جو ایک جگہ بیٹھا نہ رہا بلکہ اجتماع گاہ میں چلا پھرا اس نے حیرت اور مسرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ دیکھا کہ آنے والوں کی اکثریت نوجوانوں پر مشتمل ہے۔ ان کے چہرے جذبات سے تمتما رہے تھے' ان کے دل وفور شوق سے چھلک رہے تھے' ان کی نگاہوں سے ان کے عزائم کی پختگی اور حوصلوں کی بلندی کی جھلک رہی تھی۔ یہی نوجوان ملت کا اصل خزانہ ہیں۔ اگر معدنیات' اور صنعت اور کارخانے۔ یہ دین کے کام سے لگ جائیں تو وہ دن دور نہیں جب ہم اسلام کا دامن پکڑ کے ترقی کے راستے پر بہت آگے جا سکیں گے۔

ایک کالم نویس کے الفاظ میں' یہ بھی "جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد اور ان کی جماعت کا کمال ہے کہ انھوں نے دنیا کے پچاس ممالک کی تحریکوں کے رہنماؤں کو بیک وقت پاکستان کے سامنے لا کھڑا کیا۔ ان رہنماؤں میں تھیلینڈ جیسے ممالک سے لے کر ملائشیا انڈونیشیا تک کے زعما شامل تھے۔ اور صرف یہی نہیں' قاضی صاحب نے اندرون ملک سے مولانا شاہ احمد نورانی اور علامہ ساجد نقوی کو بھی ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے کر دیا تھا۔ یوں سب مکاتب فکر و فقہ کے رہنما بھی ان کے ساتھ تھے۔ اس لحاظ سے جماعت اسلامی کا سہ روزہ اجتماع واقعی یادگار اور تاریخی نوعیت رکھتا ہے' جس کے تنوع اور رنگارنگی کے بارے میں قاضی صاحب نے بڑے خوب صورت انداز میں کہا کہ یہ شاہدوں کا جھرمٹ ہے یہ کہکشاں' جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گلشن کے پھول ہیں یا ان پھولوں کا گلدستہ" (روزنامہ نوائے وقت' ۱۵ نومبر' ۱۹۹۵)۔

کسی اجتماع کی کامیابی کو ناپنے کا ایک اہم پیمانہ شرکائے اجتماع کا اپنا اطمینان اور خوشی ہے۔ اتنے بڑے اجتماع میں ہر شخص تو خوش نہیں ہو سکتا' یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ لوگوں کو شکایات نہ پیدا ہوں۔ لیکن' اجتماع کے دوران اور اجتماع کے بعد جس بے ساختگی اور وارفتگی کے ساتھ شرکا نے اپنی خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا' جس یقین کے ساتھ اجتماع کو کامیاب قرار دیا' جن جذبوں' ولولوں' امنگوں اور عزائم کے ساتھ رخصت ہوئے' وہ بڑا حوصلہ افزا اور دل خوش کن ہے۔ جس طرح مایوسی ایک متعدی مرض ہے' اسی طرح اطمینان' خوشی اور اعتماد کی صحت بخش کیفیات بھی متعدی ہوتی ہیں۔ یہ کیفیات اس اجتماع کا ایک بیش بہا تحفہ ہیں' اور امید ہے کہ یہ پاکستان کے طول و عرض میں پھیل جائیں گی۔

کوئی انسان' کوئی انسانی جماعت' کوئی انسانی کام ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ خامیوں' خطاؤں اور غلطیوں سے پاک ہو۔ کئی خامیاں اور خطائیں ہماری نگاہ میں ہیں' بہت سی ایسی ہوں گی جن کا اندازہ اور علم ہم سے زیادہ دوسرے شرکا کو ہو گا۔ ان کا تدارک ضروری ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اپنے کام اور تعداد پر نازاں نہ ہوں' خود اپنی نگاہوں میں بڑے نہ بنیں' بڑے کام ہماری نگاہوں میں تعظیم

نہ تصور میں۔ بلکہ ہم اپنے بڑے سے بڑے کاموں کے بھی نقائص پر نظر رکھیں' عُجب اور کبر سے دل کو اور رویوں کو پاک رکھیں' اس لیے کہ یہ مہلک بیماریاں ہیں۔ ہماری دعا یہی ہو: اے رب' ہمیں اپنی نگاہوں میں چھوٹا اور لوگوں کی نگاہ میں بڑا بنا۔ اس کا نسخہ یہ ہے کہ ہم اس پر نظر رکھیں کہ اللہ کے ہم پر جو احسانات ہیں' اس کے ہم پر جو حقوق ہیں' اس سے تعلق اور اس کی راہ میں جہاد کا حق ادا کرنے کے جو تقاضے ہیں' ان کے مقابلے میں ہماری کوششیں اتنی حقیر و بے مایہ ہیں کہ گویا ہم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ یہ بات بھی بار بار ذہن میں تازہ کرنا ضروری ہے کہ ہم سے جو کچھ بن پڑا' وہ بھی ہمارے کرنے سے نہیں ہوا' اللہ ہی نے کیا تو ہوا' کہ فاعل حقیقی وہی ہے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

اسی لیے ہم کو ربانی بننا ہے تو جیسے قرآن نے تعلیم دی ہے' بڑے سے بڑا کام کر کے بھی ہمارے دلوں اور زبانوں کی صدا یہی ہونا چاہیے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ (آل عمران ۳:۱۴۷)

"اے ہمارے رب' ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرما' ہمارے کام میں تیری حدود سے جو کچھ تجاوز ہو گیا ہو اسے معاف کر دے' ہمارے قدم جما دے اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر۔"

اتنا بڑا اجتماع' اتنے وقت اور انسانی و مالی وسائل کا خرچ' اتنی محنت' یہ سب کیوں اور کس لیے؟ اس سب سے کیا حاصل؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔

کسی بھی اجتماعی انسانی کاوش اور تنظیم کے لیے --- وہ تعلیمی ہو' عسکری ہو' تجارتی ہو' سماجی ہو یا سیاسی --- اجتماع کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ اجتماع کے ذریعے ہی تنظیم میں ربط اور قوت پیدا ہوتی ہے' ہم آہنگی اور یکسانیت حاصل ہوتی ہے' اس کی اپنے مقصد کی طرف پیش رفت کا سامان ہوتا ہے۔ فرد کو فرد کے ساتھ اور افراد و قیادت کو باہم دگر جوڑنے میں بھی اجتماع اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ضروری بس یہ ہے کہ اجتماع برائے اجتماع نہ ہو' محض روٹین نہ ہو' بامقصد ہو' اپنے مقصد کو پورا کرے' اور صحیح و موزوں انداز میں چلایا جائے۔

انسان کی زندگی اور دل کو بھی اللہ تعالیٰ نے اجتماعیت کے ساتھ مربوط کر کے پیدا کیا ہے۔ وہ دوسروں کو دیکھ کر' ان کے شانہ بشانہ کھڑا ہو کر' جذبہ پاتا ہے' حوصلہ پاتا ہے' ہمت پاتا ہے' عزم پاتا ہے۔ اکیلا ہو تو مزاحمتوں کے سامنے سے بھاگنے کا سوچتا ہے' دو ہوں تو دونوں کے قدم جم جاتے ہیں' تین ہوں تو وہ آگے بڑھ کر حملہ کرنے کا سوچتے ہیں۔

انھی فطری حقائق پر انتہائی اہم دینی احکام و ہدایات کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ رات کی نماز، تنہا نماز، خشوع، توجہ اور ذکر کے لیے یقیناً زیادہ موزوں ہو سکتی ہے۔ لیکن حضورؐ نے پانچ وقت مسجد میں حاضر ہو کے صف بندی کر کے نماز ادا کرنے کو لازم کیا اور اسے ۲۷ درجے افضل قرار دیا۔ رات بھر نماز پڑھنے کے بجائے فجر کی نماز جماعت سے پڑھنے کو ترجیح دی۔ عورتوں کے لیے نماز باجماعت کو لازم تو نہیں کیا، مگر ان کی شرکت کے انتظامات کیے، اور ان کو مسجد آنے سے روکنے سے منع فرمایا۔ آپؐ کی مسجد میں عورتوں کی صف بھی ہوتی تھی، ان کا الگ دروازہ بھی تھا۔ نماز کے لیے ایک ہفت وار اجتماع، جمعہ کا اجتماع، جس میں کثیر تعداد میں لوگ جمع ہوں، اتنا اہم قرار پایا کہ خود قرآن نے حکم دیا کہ اس کی پکار سنتے ہی سارا کاروبار زندگی چھوڑ کے دوڑ پڑو۔ نماز میں دو رکعتیں کم کر دیں، امام کے خطبے کو نماز کی طرح مقام دے دیا۔

سال میں دو عیدوں کے لیے بڑے بڑے اجتماعات کے لیے بھی بڑی شدت کے ساتھ اہتمام کیا گیا۔ یہاں تک کہ عورتوں کو بھی خاص طور پر بلایا گیا اور شرکت کی تاکید کی گئی۔ ام عطیہؓ کی روایت کے مطابق: "ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم سب عورتیں، حیض والی عورتیں ہوں یا پردے والی، سب دونوں عیدوں پر عیدگاہ میں حاضر ہوں۔ اگر کسی کے پاس چادر نہ ہو تو ساتھ والی اپنی چادر اسے بھی اڑھا دے (لیکن آئے ضرور)"۔ کس لیے؟ "تاکہ ہم مسلمانوں کی جماعت میں شریک ہوں (اور اس کی تعداد اور شوکت میں اضافہ کریں) اور ان کی دعا میں شریک ہوں"۔ بس اتنا ہی مقصد عید کے عظیم اجتماع اور اس میں عورتوں کی شرکت کے اہتمام کے لیے بہت کافی ہوا۔

پھر حج کو دیکھیے! عشق و محبت کی اس عبادت میں کیا ہوتا ہے؟ محض گھر سے نکلنا، سفر کرنا، تکلیفیں اٹھانا، خانہ خدا کے گرد چکر کاٹنا، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔ اور ہر جگہ ہجوم ہی ہجوم۔ یہ سب تو ہے ہی، حج کا رکن اعظم کیا ہے؟ ۹ ذوالحجہ کو عرفات کے میدان میں، لاکھوں انسانوں کے ہجوم میں شامل ہو کر، حاضر ہو جانا۔ بس اور کچھ نہیں۔ یہی حاصل اور خلاصہ ہے: لبیک کہنا، چلے آنا، حاضری لگوانا، اور واپس چلے جانا۔

اجتماعات کے کون سے منافع کس ترازو میں تولے جاتے ہیں، انھیں حساب کے کس کھاتے میں درج کیا جا سکتا ہے، انھیں نفع نقصان کے میزانیے میں کیا جگہ دی جا سکتی ہے؟ یہ ہر وزن اور ہر پیمائش سے بالا ہیں، اس لیے کہ یہ محبت کے اعمال ہیں۔ جماعت اسلامی کے کسی اجتماع کو ان اجتماعات سے کیا نسبت۔ یہ اللہ کے فرض کیے ہوئے اجتماعات ہیں، اس کے حکم کی اطاعت ہی ان کا اصل جواز اور نفع ہے۔ لیکن دین کے غلبے کے لیے جماعت اسلامی کے اجتماعات کی روح اور ان کے متوقع منافع کچھ ان سے مختلف نوعیت کے نہیں۔

اتنے سارے مرد اور اتنی ساری عورتیں، چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ، اجتماع میں شریک ہوئے۔ ہر شخص کی نیت کا معاملہ اس کے اور اس کے اللہ کے درمیان ہے، وہی علیم بذات الصدور ہے۔ ہر نکلنے والا جانتا تھا کہ جس کی "ہجرت" اللہ اور اس کے رسول ؐ کے لیے ہوگی، صرف اسی کی "ہجرت" ان کے حساب میں شمار ہوگی۔ لیکن ہمیں ان کی اس ساری مشقت کی غرض اس کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آتی کہ انھوں نے اللہ کی پکار پر لبیک کہا، اللہ دین کی محبت میں گھروں سے نکلے، سفر کیا، اپنی جیب سے سفر کا اور قیام و طعام کا خرچ ادا کیا، تین دن ایک بہت بڑے ہجوم کے ساتھ اجتماع گاہ میں بسر کیے، زمین پر سوئے، روکھا سوکھا کھایا، اور گھنٹوں بیٹھ کر صبر کے ساتھ خشک تقریریں سنیں۔

اگر چند لوگ چلتے پھرتے رہے، بازار میں خرید و فروخت کرتے رہے، قیام گاہوں میں لیٹ کر پروگرام سنتے رہے، تو محض اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں کہ لوگوں میں مقصد سے وابستگی نہ تھی یا نظم و ضبط کا فقدان تھا۔ جو انسانی فطرت اور نفسیات سے واقف ہو وہ جانتا ہے کہ جتنے لوگ تعداد میں بڑھتے جائیں گے، ان کے مشاغل اور دلچسپیوں میں تنوع ہوگا، اور اس تنوع کا لحاظ ضروری ہے۔ پانچ وقت کی نماز میں نظم و ضبط کا جو اہتمام ہے، وہ منی اور عرفات کے میدان میں نہیں ہے۔ مسجد میں تجارت کی اجازت نہیں، حج میں ہے۔ اس لیے کہ حج میں، اللہ کی محبت میں گھر سے نکل پڑنا اور عرفات کے میدان میں جمع ہو جانا ہی اصل حاصل ہے۔

چنانچہ اگر اس اجتماع کا اور کچھ حاصل نہ ہوتا، صرف یہی حاصل ہوتا، تو وہ بھی اتنا بیش بہا ہے کہ دنیا کے سارے خزانے بھی اس کی قیمت نہیں بن سکتے۔

اجتماع عام سے لوگ ایک عظیم ہدف بھی لے کر گھروں کو لوٹے ہیں، جو امیر جماعت نے ان کے سامنے رکھا: وہ یہ کہ وہ مارچ ۱۹۹۶ تک ہر وارڈ کی سطح تک خیر اور بھلائی کی قوتوں کو جماعت اسلامی کے ان تین اہم اجتماعی کاموں کے لیے منظم کریں جو اس نے اپنے پانچ سالہ منصوبے میں اختیار کیے ہیں، اور اس مقصد کی خاطر لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر چلنے کے لیے مناسب تنظیمیں تشکیل دیں:

۱۔ اصلاح معاشرہ

۲۔ تعلیم

۳۔ جذبۂ ہمہ گیر جہاد

لوگ پوچھتے ہیں: چند ماہ میں وہ ہدف کیسے پورا ہو جائے گا جو برسوں میں نہ ہو سکا؟

ظاہر ہے کہ اس ہدف کا مفہوم نہ یہ ہے، نہ ہو سکتا ہے، کہ مارچ ۹۶ تک یہ کام مکمل ہو جانا چاہیے، اور ہر وارڈ میں نظم قائم ہو جائے۔ مطلوب صرف اتنا ہے، اور اتنا ہی ممکن ہے، کہ اس ہدف

کے لیے ایک منصوبے کے تحت ' پورے عزم و حوصلے کے ساتھ ' اور بھرپور محنت کے ساتھ ' ایک دوڑ شروع ہو جائے ' اور عملاً جہاں جتنا ممکن ہو ' وہ حاصل کر لیا جائے۔

لوگ پوچھتے ہیں کہ اس ہدف کے حصول کے لیے کیا نئی تدابیر اور پروگرام تیار کیے گئے ہیں؟

کسی بھی کام کرنے کے لیے ' بڑے سے بڑا کام ہو ' سب سے پہلے اور سب سے زیادہ ضروری چیز جو درکار ہے ' وہ انسان کا ارادہ و جذبہ اور کوشش و محنت ہے۔ کوئی خوبصورت سے خوبصورت اور موثر سے موثر تدبیر اور پروگرام اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں پیدا کیا ہے جو انسان کے اپنے ارادے اور محنت کا بدل بن سکے ' یا اگر وہ موجود نہ ہو تو اس کے خلا کو بھر سکے۔ اس لیے اصل چیز تو اپنے جذبوں کو بیدار رکھنا ' ان کو جلا دینا ' اور ان کو ابھارنا ہے۔ اس کے بعد ' جہاں تک عملی تدابیر کا تعلق ہے ' جو شخص بھی بغور جماعت اسلامی کے پانچ سالہ منصوبے پر نظر ڈالے گا ' وہ وہاں ساری تدابیر موجود پائے گا۔

اس مقصد کے لیے کہ معاشرے میں خیر فروغ پائے ' عالمی طاقتوں کے خلاف مزاحمت ہو سکے ' اور دین کے غلبے کا سامان ہو ' آج کا چیلنج یہی ہے کہ ہم انسانوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو اپنے دامن میں سمیٹ لیں۔ زیادہ سے زیادہ دل و دماغ اللہ کے لیے مسخر کر لیں۔ جو غلبہ دین کی جدوجہد میں جتنی خدمت کر سکتا ہے اسے اتنی خدمت کرنے کا موقع فراہم کر دیں۔ ہر ایک کو اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دیں ' اور جو ساتھ چلنے کے لیے آمادہ ہو ' اس کے لیے اپنا دل ' اپنے روبے ' اور اپنا دامن کھول دیں ' اور اسے اپنے ساتھ لے کر چلیں۔ لوگوں کی خوبیوں پر نظر رکھیں ' خوبیوں کا ذکر کریں ' انھیں خوب تر بنائیں ' اور برائیوں کے ازالے اور تدارک کے لیے حکمت اور محبت کے ساتھ جو کچھ کر سکیں وہ کریں ' لیکن ان کے ازالے اور تدارک کے انتظار میں تعاون کو موخر نہ کریں ' اور منزل کھوٹی نہ کریں۔ وارڈ کی سطح تک صالح ' خیر افراد کو جماعت اسلامی کے جھنڈے تلے جمع کرنے کے ہدف کی تکمیل کا راز اسی چیلنج پر پورا اترنے میں مضمر ہے۔

یہ جماعت اسلامی کی خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دامن میں بیش قیمت اور کثیر انسانی وسائل جمع کر دیے ہیں۔ اس اجتماع میں موجود انسان اس حقیقت کا زندہ ثبوت تھے۔ قوم بھی انسانی وسائل سے مالا مال ہے۔ ان پڑھ آدمی بھی ' ہر عام عورت ' ہر عام نوجوان بھی ' یہ سب ہمارا اثاثہ ہیں۔ گویا قیمتی پتھر موجود ہیں ' ان کو تراش خراش کر کے ہیرا بنانا ہے ' لکڑی موجود ہے ' اس کو خوبصورت و کارآمد فرنیچر میں تبدیل کرنا ہے۔ یہ سب کاریگروں کے محتاج و منتظر ہیں۔

جس مدرسے میں ' جس خانقاہ میں ' جس تربیتی کورس میں یہ کام ہو سکتا ہے ' وہ ایمان کا ' اللہ اور اس کے رسول سے اور ان کو ماننے والوں سے اور اللہ کی راہ میں دعوت و جہاد سے محبت کا مدرسہ خانقاہ اور تربیتی کورس ہے۔ ایمان اور محبت کے پارس پتھر سے یہ مٹی کے ڈھیر سونے کے ہمالے بن

سکتے ہیں۔ ہم ان میں جہادی روح پھونک دیں، دعوت و اصلاح کے کام میں لگا دیں، ان کو جنت کا طلب گار بنا دیں، ان کو اپنی ذات، خاندان، محلے اور قوم کے لیے مسئول و ذمے دار بنا دیں، پھر دیکھیے کہ کیا انقلاب برپا ہوتا ہے۔

ایک دفعہ آپ انسانوں تک پہنچ، ان کے دلوں میں راہ پا کر ان کو اپنا بنا لیں، ان کو اپنے ساتھ چلانا سیکھ لیں، پھر آپ کو کسی قسم کے وسائل کی قلت درپیش نہیں رہے گی، نہ انسانی وسائل، نہ مال کی۔ مال کا معاملہ ہی لے لیجیے۔ کیا اب تک ہم نے جو کام کیا ہے اس کے نتیجے میں ہمیں اس ملک میں ۱۰۰ آدمی ایسے نہیں مل سکتے جو ۷۰۰ گنا اجر کے شوق میں ہر سال ایک لاکھ روپے اللہ کو قرض دیں، ایک ہزار آدمی ایسے نہیں مل سکتے جو اسی طرح ہر سال ۱۰ ہزار روپے دیں، ۱۰ ہزار آدمی ایسے جو ایک ہزار دیں، ایک لاکھ آدمی ایسے جو ایک سو دیں، تو ۴۰ کروڑ روپے سالانہ تو یہیں ہو گئے۔ لیکن یہ فصل بغیر محنت کے، صرف خواہش سے تو نہیں کاٹی جا سکتی۔

جماعت اسلامی کا ساتھ دینے والوں سے ہم چند باتیں کہنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس کارِ عظیم کو انجام دینے کے لیے آپ کو مناسب زادِ راہ کی شدید ضرورت ہے۔ اپنی ذات کے لیے یہ زادِ راہ آپ کو اپنے ارادہ اور کوشش سے حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ نہ سمجھیے کہ یہ زادِ راہ صرف آپ کی ضرورت ہے، صرف آپ کے لیے مفید ہے۔ قوم کے ہر آدمی کو، جسے آپ غلبہ دین کی جدوجہد میں اپنے ساتھ لے کر چلنا چاہتے ہیں، اسی زادِ راہ کی ضرورت ہے، یہ سب کے لیے یکساں مفید ہے۔ جن چیزوں کی دعوت آپ اپنے نفس کو دیں، جن پر آپ اس سے عمل کرائیں، جن میں اس کی زندگی کا راز پوشیدہ ہے، انھی کی دعوت قوم کے ہر فرد کو دیں۔ ایک دفعہ آپ نے ان امور کو اپنی دعوت کا موضوع بنا لیا، پھر آپ دیکھیں گے کہ عام آدمی کے اندر سے قوت کے کیسے خزانے ابل پڑتے ہیں۔

مختصراً بیان کریں، تو یہ زادِ راہ تقویٰ ہے۔ قرآن کے الفاظ میں: تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی "زادِ راہ ساتھ لو، اور سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے۔" (البقرہ ۲: ۱۹۷)

لیکن ہم یہاں تقویٰ کو ذرا کھول کر بیان کریں گے۔

۱۔ تقویٰ کی پہلی تفصیل ایمان بالغیب ہے: اللہ پر، وحی و کتاب پر، رسالت پر، آخرت پر، جنت اور جہنم پر۔ ایسا ایمان کہ یہ حقائق ہمیں دل و دماغ کے لیے یقینی بن جائیں: اللہ وحدہٗ لاشریک کی قدرت، اس کا علم، اس کی تدبیر، اس کی رحمت، اس کی ہدایت، اس سے ملاقات، اس کا اجر، اس کا عذاب ... یہ سب۔ آپ خود بھی اس ایمان کی جستجو میں لگے رہیں، دوسروں کو بھی لگائیں۔

۲۔ یہ ایمان بالغیب حاصل کرنے کا، اس کی حلاوت پانے کا، اس کو زندگی میں رچانے بسانے

کا دل میں راسخ کرنے کا نسخہ ایک اور صرف ایک ہے: کثرت سے اللہ کا ذکر۔ اس کو یاد رکھنا‘ اس کو یاد کرنا‘ اس کی طرف متوجہ رہنا۔ آپ خود بھی اللہ کا ذکر کریں‘ دوسروں سے بھی کرائیں۔

ذکر ایک ہمہ گیر عمل ہے‘ لیکن اس کے بعض پہلو اہم ہیں‘ جتنے اہم ہیں اتنے ہی آسان ہیں:

(الف) ہر عمل کو کرتے ہوئے — یہ عمل کوئی بھی ہو: خالص دنیوی یا دینی‘ نماز ہو یا تلاش معاش‘ درس قرآن ہو یا سیاسی جلوس — یہ یاد رکھنے کی کوشش کریں کہ اللہ اس عمل کو دیکھ رہا ہے‘ اس کو بہتر سے بہتر طریقے سے‘ زیادہ سے زیادہ اس کی مرضی کے مطابق کرنا ہے۔ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ”اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔ اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔“ (العنکبوت ۲۹: ۴۵)۔ میں دوا کا بیان بھی ہے‘ دوا کے حصول کا نسخہ بھی ہے۔ دوسروں کو بھی یہی سکھائیں۔

(ب) ہر عمل کو کرتے ہوئے یہ بھی یاد رکھیں کہ یہ عمل صرف اللہ کی خوشنودی اور جنت میں داخل ہونے کے لیے کرنا ہے۔ جنت کو یاد رکھیں‘ نقشہ اپنے سامنے رکھیں‘ اس کا لالچ کریں۔ اسی طرح اللہ کی آگ کو سامنے رکھیں‘ اور اس کا خوف اور اس سے بچنے کی تڑپ پیدا کریں۔ یہی خوف اور لالچ دوسروں کی جانوں کو لگائیں۔ خود آخرت کے خریدار بننے کا فیصلہ کریں‘ دوسروں کو بھی اسی مال کا خریدار بنائیں۔

(ج) پانچ وقت کی نماز وقت پر اور جماعت سے ادا کرنے کا اہتمام کریں۔ خصوصاً فجر اور عشا کی جماعت کا لالچ کریں کہ ہر ایک کا اجر نصف رات کے قیام کے اجر کے برابر ہے۔ پھر ان نمازوں میں اللہ کی یاد اور خشوع پیدا کرنے کی کوشش میں بھی لگے رہیں۔

(د) کچھ لمحات دعا کے لیے‘ اللہ کے آگے گڑگڑانے کے لیے‘ توبہ و استغفار کے لیے‘ تلاوت قرآن کے لیے اور ذکر کے کلمات کے ورد کے لیے مخصوص کر دیں۔

لیکن اصل بات یہ ہے کہ ہر وقت اور ہر موقع پر‘ اور ہر کام کرتے ہوئے‘ اللہ سے دعا مانگیے‘ ذکر کے کلمات زبان پر لائیے‘ بار بار اپنی توجہ اللہ کی طرف لے جانے کی کوشش کیجیے‘ خواہ وہ یہ کہنے کے لیے ہو: وہ میرے ساتھ ہے‘ وہ مجھے دیکھ رہا ہے‘ وہی ہر چیز پر قوت اور قدرت رکھتا ہے‘ میرے پاس ہر چیز اس کی بخشی ہوئی ہے‘ وہ میرے اوپر انتہائی مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

۲۔ تقویٰ کی دوسری اہم تفصیل یہ ہے کہ انسانوں کو‘ خصوصاً راہ جہاد کے ساتھیوں کو بہت قیمتی سمجھیے‘ ان کا احترام بھی کیجیے‘ ان سے محبت بھی۔ اللہ کے لیے محبت کرنے والوں کو اللہ کی محبت‘ اس کے عرش کے سائے اور جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ ہر مسلمان بھائی کی عزت‘ مال اور جان حرام ہے جس طرح شراب‘ سور اور سود حرام ہیں۔ اس احترام اور محبت کا کم سے کم تقاضا یہ ہے

کہ آپ ان کی عزت اور مال کی حرمت کو پامال نہ کریں اور اپنے کسی قول اور فعل سے ان کو ایذا نہ پہنچائیں۔ اس سے آگے بڑھ کر ان کے ساتھ ہر معاملے میں وسیع القلبی، نرمی، شفقت، رحمت اور عفو و درگزر کا معاملہ کریں۔

جب دل باہمی الفت سے جڑ جائیں گے، تب ہی وہ قوت پیدا ہوگی کہ ایک آدمی ایک سو کا مقابلہ کر سکے گا۔ آپ کے اپنے درمیان محبت و رحمت ہوگی، حقوق کا احترام ہوگا اور امانت و دیانت ہوگی، گویا آپ رحماء بینھم کی تصویر ہوں گے، تو یہی چیز آپ کو وہ مقناطیس بنا دے گی کہ لوگ کھنچ کھنچ کر آپ کے گرد جمع ہوں۔

۳۔ تقویٰ کی تیسری اہم تفصیل یہ ہے کہ اپنے مشاغل میں اللہ کے کام کو، غلبہ دین کی جدوجہد کو، دعوت الی اللہ کو، اور راہ خدا میں جہاد کو اولین ترجیح دیں۔ آپ خود سب سے بہتر طریقے پر یہ دیکھ سکتے ہیں کہ آپ کی توجہات، وقت اور مال میں ان چیزوں کا حصہ کتنا ہے؟ جتنا آپ ان کا مقام بلند کریں گے، اس سے کہیں زیادہ اللہ کے ہاں آپ کا مقام بلند ہوگا۔ جتنا آپ ان کا حصہ بڑھائیں گے، اس سے کئی گنا زیادہ اللہ کے ہاں آپ کا حصہ بڑھے گا۔

ہمیں یقین ہے کہ دین کے لیے کچھ کرنے کی آرزو رکھنے والے یہ زاد راہ حاصل کریں گے، اور اسی کو لے کر دو سروں تک جائیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان کا ہاتھ پکڑ کے اپنی راہوں پر چلائے گا۔ راہِ خدا میں ایسے جہاد کے لیے جیسا کہ اللہ کا حق ہے، اور شہادت حق کے فریضے کی ایسی ادائیگی کے لیے جیسی مطلوب ہے، اس زاد راہ کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے بالکل واضح طور پر بتا دی ہے کہ صرف اعتصام باللہ ہی سے اس راہ پر چلا جا سکتا ہے، اور یہ زادِ راہ اعتصام باللہ ہی کا زادِ راہ ہے۔

وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ ...... وَاعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى ..... وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (الحج ۲۲: ۷۸) اللہ کی راہ میں جہاد کرو، جیسے کہ جہاد کرنے کا حق ہے.....اور اللہ سے وابستہ ہو جاؤ۔ وہ ہے تمہارا مولیٰ، بہت ہی اچھا ہے وہ مولیٰ، اور بہت ہی اچھا ہے وہ مددگار۔

وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (آل عمران ۳: ۱۰۱) جو اللہ کا دامن مضبوطی سے تھامے گا وہ ضرور راہ راست پا لے گا۔

چند باتیں ترجمان القرآن کے بارے میں: دو سال قبل ہم نے اس رسالے کو حسن ظاہری اور باطنی کے لحاظ سے خوب سے خوب تر بنا کر آپ تک پہنچانے کی مہم شروع کی تھی۔ ہماری یہ کوشش

گئی کامیاب ہوئی' اس کے اصل جج آپ ہیں۔ لیکن ایک طرف یہ بات کہ اس کی اشاعت چار گنا ہو گئی' دوسری طرف کچھ آپ کے تاثرات جو ہم تک پہنچتے ہیں' ان کی بنا پر ہمارا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری ان کوششوں کو شرف قبولیت عطا فرمایا ہے۔ فَلِلّٰہِ الْحَمدُ علیٰ ذالِکَ۔ وہی ہے جو خامیوں پر پردہ ڈالتا ہے' رسوائی سے بچاتا ہے' اور بری بھلی کوششوں کو بھی سنوار کر اور چمکا کر قبول فرماتا ہے۔ بہرحال میرا اور میرے رفقائے کار کا دل چاہتا ہے کہ آپ خطوط لکھ کر ان موضوعات پر جو اس رسالے میں زیربحث آتے ہیں' اپنے خیالات اور تجربات سے قارئین کے استفادے کا سامان کریں' اور ساتھ ہی ہمیں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازیں۔

اسی طرح ہماری خواہش یہ بھی ہے کہ اگر آپ اس رسالے کو مفید پاتے ہیں تو اپنے حلقہ تعارف میں ہر پڑھے لکھے آدمی کو اس کا خریدار بنائیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ یہ سارا تعاون آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔

یہ رسالہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں' نہ اس سے کسی کی معاش کا بندوبست ہوتا ہے' نہ کوئی اس سے نفع حاصل کرتا ہے۔ سفید کاغذ پر ۸۸ صفحات کا رسالہ' جو ۱۲ روپے میں آپ کو مل رہا ہے' اپنے کل اخراجات بھی پورے نہیں کر پاتا۔ ادارتی اخراجات اور پبلسٹی کے اخراجات ہمارے بہی خواہوں کے تعاون سے پورے ہوتے ہیں۔ لیکن ہم یہ ضرور چاہتے ہیں کہ ایک طرف کم سے کم طباعت و ترسیل کے اخراجات آپ کے زرتعاون سے پورے ہو جائیں' دوسری طرف اس کا انحصار اعانت پر کم ہوتا جائے اور بالآخر ختم ہو جائے۔

گذشتہ ایک سال میں کاغذ کی قیمت میں ۲۵ فی صد اضافہ ہو گیا ہے اور عام گرانی میں بھی ہوشربا اضافہ ہو رہا ہے۔ ہم گرانی کی اس لہر سے بچ نہیں سکتے۔ اس لیے ہم کو مجبوراً یہ فیصلہ کرنا پڑا ہے کہ جنوری ۱۹۹۶ سے پرچے کی قیمت =/۱۵ روپے اور سالانہ زرتعاون =/۱۵۰ روپے کر دیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے خریداروں کے لیے ۳ روپے ماہانہ کا اضافہ گراں ہوگا' لیکن اس کے علاوہ کوئی چارا نہ تھا۔

یہ ملحوظ رہے کہ دسمبر ۱۹۹۵ تک جو نئے خریدار بنیں گے ان سے =/۱۲۰ روپے ہی سالانہ زرتعاون لیا جائے گا۔

مجھے امید ہے کہ آپ اس اضافہ کو خوش دلی کے ساتھ قبول کریں گے' اور اس کی وجہ سے اشاعت میں کوئی فرق نہ پڑنے دیں گے۔

کلامِ نبوی ؐ کی صحبت میں

خرم مراد

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
وہ شخص جو اپنے رب کو یاد رکھتا ہے' اور وہ جو یاد نہیں رکھتا' دونوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک زندہ اور دوسرا مردہ (بخاری۔ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ' باب ذکر اللہ)

یہ انسان کی زندگی اور موت کا ایک بالکل نیا اور انقلاب انگیز تصور ہے۔
دنیا اس شخص کو زندہ شمار کرتی ہے جس کا دل دھڑکتا ہو اور جس کی سانس چلتی اور چلتی ہو۔ مگر رسول کریم ؐ بتاتے ہیں کہ اگر اس کی زندگی اللہ کی یاد سے خالی ہے تو وہ ایک چلتی پھرتی لاش ہے۔ اس کے برعکس حقیقی معنوں میں زندہ وہ ہے جس کی زندگی میں اللہ کی یاد رچی بسی ہو۔
کیونکہ جسم کی زندگی تو ہر حیوان کو حاصل ہے مگر جسم مٹی میں مل جاتا ہے۔ باقی رہنے والی چیز انسان کی روح' شخصیت کا مرکز' اس کا دل (قلب) ہے۔ اس دل کی زندگی کا سامان کسی کی یاد' اس کے دھیان اور اس کی طرف توجہ سے ہوتا ہے۔
لیکن اللہ کے علاوہ جس کی بھی یاد اور فکر میں دل مشغول رہے گا' اور اس کی یاد سے اپنی زندگی کا سامان کرے گا' اسے بالآخر مٹ جانا ہے۔ باقی صرف اللہ رہے گا' اور وہ دل اور زندگی بھی' جو اللہ کی یاد کی کثرت سے بھری ہوئی ہو۔
اس لیے جو اپنے پیدا کرنے والے' پالنے والے اپنے حقیقی خدا کی یاد' اسی کے دھیان' اور اسی کی طرف توجہ میں مشغول رہتا ہے' وہ ایک طرف ابدی زندگی بھی حاصل کرتا ہے۔ دوسری طرف اس کے دل کو اطمینان نصیب ہوتا ہے' اس کو زندگی کے لیے ایک محبوب و مقصود ملتا ہے' ایک سمت ملتی ہے' اس کے اندر سے اپنے سارے کام ٹھیک ٹھیک انجام دینے کے لیے قوت و زندگی کے چشمے ابلتے ہیں۔ ان معنوں میں وہ زندہ کی مانند ہے۔ جو اللہ کو یاد نہیں کرتا اور دوسرے مٹ جانے والی چیزوں کے ذکر و فکر میں مشغول رہتا ہے' وہ مردہ انسان کی طرح ہے کہ اپنی اصل منزل آخرت کی کامیابی کی طرف جنبش بھی نہیں کر سکتا۔
آپ نے اس حدیث کا مفہوم پا لیا تو گویا سارے دین اور اپنی تربیت کی شاہ کلید پالی۔